بلوچستان میں رسم سیاہ کاری کا تاریخی جائزہ اور اسلامی تعلیمات

Historical Background of Honour killing in Balochistan and Islamic Opinion

ڈاکٹر سید باچا آغا*

Abstract

Honour killing is the homicide of a member of a family or social group alleged to have brought dishonour upon the family or community. The killing is viewed as a way to restore the reputation and honour of the family. In Balochistan, honour killing is known locally as siyāh-kāri. Siyāh-kāri is a compound word literally meaning Siyāh as black and Kāri as woman/female. Originally, Siyāh and Kāri were metaphoric terms for adulterer and adulteress, but it has come to be used with regards to multiple forms of perceived immoral behaviour. Once a woman is labeled as a Kāri, family members consider themselves to be authorized to kill her and the co-accused (Siyāhkār) in order to restore family honour. In the majority of cases, the victim of the attacks is female with her attackers being male members of her family or community. Siyāh-Kāri is an act of murder, in which a person is killed for his or her actual or perceived immoral behaviour. Such "immoral behaviour" may take the form of alleged marital infidelity, refusal to submit to an arranged marriage, demanding a divorce, perceived flirtatious behaviour and being raped. Suspicion and accusations alone are many times enough to defile a family's honour and therefore enough to warrant the killing of the woman. The present article throws light on the subject from Islamic perspective.

Keywords: Honour Killing in Balochistan, Types of Honour Killing, Islamic Opinion on Honour Killing

سیاہ کاری اور اس کے مترادفات کا تعارف:

سیاہ کاری، کاروکاری یا غیرت کے نام پر قتل کرنے کا دستور بہت قدیم ہے۔ مذکورہ نام ایک دوسرے کے مترادف ہیں جو کہ مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں کے مطابق وضع کئے گئے ہیں مثلاً: بلوچستان میں اسے سیاہ کاری کہا جاتا ہے۔ جس کا معنی ہے، بدکاری، پاپی، گنہگار، مجرم۔ سندھ میں اسے کاروکاری کہا جاتا ہے کارو کا مطلب سیاہ مرد اور کاری کا مطلب سیاہ عورت ہوتا ہے۔ پنجاب میں کالا کالی اور سرحد میں طورہ کے نام سے مشہور ہیں۔ کالے رنگ کے مفہوم کی حامل یہ اصطلاحات زناکاری اور اس کے مرتکب ٹھہرائے گئے افراد سے وابستہ سماجی رسوائی کا مظہر ہیں۔[1]

بلوچستان میں جب کوئی مرد کسی مرد و عورت کی جان لیکر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے یہ کام اس بناء پر کیا ہے کہ وہ عورت اور مرد جنسی بد فعلی کے مرتکب ہوئے ہیں تو پھر اسے قتل نہیں بلکہ "غیرت کے نام پر مارنا" کہا جاتا ہے۔ جبکہ انگریزی میں اسے Honour Killings کہتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں کاروکاری، سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کئے گئے قتل سے متعلق واقعات میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے اور مذکورہ واقعات کی اخبارات میں بہت زیادہ تشہیر کی گئی ہے تاہم زیادہ تر رپورٹنگ نہ تو اس دہشت کی ترجمانی

*اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ۔ بلوچستان

کر پاتی ہے اور نہ ہی اس کی وجوہات اور اس کے نتائج کی نوعیت کے متعلق وضاحت کرتی ہے۔ جب اس رسم کا شکار بننے والے مرد و عورت کا تعلق شہر کے کسی اعلیٰ طبقے سے ہو تو اس کی کہانی کی تشہیر سنسنی خیز ہونے کے علاوہ چٹخارے دار اور فحش ہوتی ہے، لیکن جب کوئی گمنام کسی دور دراز کے دیہات میں قتل کر دیئے جاتے ہیں تو اس جرم کے بارے میں صرف دو انچ کی رپورٹ شائع ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں طرز بیان حقیقت سے اتنا دور ہوتا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایسے واقعات کا ہماری زندگیوں سے کوئی تعلق نہیں۔[2]

بہر حال مذکورہ بالا اصطلاحات کسی مرد و عورت پر اس وقت لاگو کئے جاتے ہیں جبکہ وہ زناکاری کے مرتکب پائے گئے ہوں یا ان پر زنا کاری کا شبہ ہو۔ بعد میں انہی اصطلاحات کے تحت جب وہ سزا کے طور پر قتل کر دیئے جاتے ہیں تو اسے محض قتل نہیں بلکہ "غیرت کے نام پر قتل" کا نام دیا جاتا ہے۔ بسا اوقات صرف عورتیں قتل کر دی جاتی ہیں اور مرد سزا سے بچ نکلتے ہیں۔

سیاہ کاری کے نام پر قتل کا تاریخی جائزہ:

سیاہ کاری، کاروکاری، کالا کالی اور طور طورہ جیسے اصطلاحات کے تحت غیرت کے نام پر قتل کرنے کا دستور بہت ہی قدیم ہے۔ اس کا تعلق یورپ اور ایشیاء میں پدر سری معاشرتی نظام کے ظہور کے ساتھ ہے، جس میں خاندان اور برادری کی غیرت و ناموس کو لازمی طور پر اس کی عورتوں کی جنسیت سے جوڑ دیا گیا ہے۔ زمین اور مال مویشیوں کی صورت میں پیداواری ذرائع اور تناسلی ذرائع یعنی عورتوں پر تصرف زرعی اور قبائلی معاشروں کی بقاء کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ مرد اپنی زمین کی حفاظت کی خاطر اور اپنی عورتوں کی حفاظت کیلئے قتل کرتے تھے اور اگر جنسی تعلقات کیلئے وضع کردہ کڑے ضابطے کی خلاف ورزی کی جاتی تو وہ اپنی عورتوں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم ان ابتدائی معاشروں کے سماجی تعلقات کو باقاعدہ بنانے والے ضابطہ میں ایک مرکزی عنصر کی حیثیت سے نمودار ہوئی اور دنیا کے مختلف علاقوں میں ابھی تک کم یا زیادہ حد تک اس پر عمل جاری ہے۔

پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل کے دستور کا نقطہ آغاز بلوچستان اور شمال مغربی سرحد کے قبل از اسلام قبائلی تمدن میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ بلوچستان سے ہجرت کرنے والے قبائلی اپنے قبائلی دستور کو سرحد کے پار بالائی سندھ اور جنوبی پنجاب میں لے گئے، جہاں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم قدیم دستور کے مطابق آج بھی جاری و ساری ہے۔ اگرچہ پنجاب میں یہ رسم بلوچ آبادی کے نسبتا چھوٹے علاقے مثلا رحیم یار خان، راجن پور اور ڈیرہ جات میں ڈیرہ غازی خان تک محدود تھی۔ بلوچستان کی سرحد کے ساتھ سندھ کے جاگیردارنہ سماجی نظام میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم ان متعدد سندھی قبائل کا ایک لازمی جزو بن گئی ہے جو آج اپنا نسبی تعلق بلوچ قبائل کے ساتھ بتاتے ہیں۔ چنانچہ سندھ میں جہاں بلوچ آبادی کا علاقہ کافی بڑا تھا، بلوچستان کی سرحد کے ساتھ لاڑکانہ، جیکب آباد، شکارپور، سکھر، دادو اور بدین کے اضلاع پر مشتمل قوس نما پٹی کے علاوہ اندرونی بلوچستان میں جعفر آباد، نصیر آباد، جھل مگسی اور بولان کے اضلاع میں غیرت کے نام پر قتل کے واقعات معمول کی بات ہے۔[3]

سیاہ کاری کے نام پر قتل کرنے کی وجوہات:

ممکن ہے کہ دستور کے مطابق وہ آدمی جو کاری کہہ کر اپنی عورت کو قتل کر دیتا ہے، ایک قاتل نہیں بلکہ غیرت کے نقصان کا شکار ہے، جو اس نقصان کی تلافی کا مستحق ہے کہ وہ اپنی آبرو بحال کرے اور ایک عورت کا نقصان پورا کرے۔ ہرجانہ یا تاوان ادا کرنے کا یہ دستور زانی عورت اور بعض اوقات (لیکن ہمیشہ نہیں) اس کے شریک جرم مرد کو قتل کرنے کا مقصد رسوائی مٹانا، عزت و آبرو

بر قرار رکھنا اور سماجی ضابطہ کا نفاذ ہوتا ہے، جو عورتوں کی زندگیوں کے متعلق اختیارات اور ان کیلئے حدود مقرر کرتا ہے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ (جو کوئٹہ میں رونما ہوا) کے متعلق مقامی اخبار کی رپورٹ ملاحظہ ہو کہ: "سریاب کے علاقے کلی جیو میں ہفتہ (3 اپریل 2004) کو شوہر نے نئی نویلی دلہن کو گلہ میں پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا۔ پولیس کے مطابق نوجوان غلام حیدر کی ایک روز قبل شادی تھی اس نے سہاگ رات کو مبینہ بدچلنی کے شبہ میں اس کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا"۔[4]

مذکورہ بالا بیان سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ عورت کی اپنی حدود سے خلاف ورزی اور مرد کا وقار مجروح کرنے کی بنا پر نوجوان نے انہیں غیرت کے نام پر قتل کیا۔

سیاہ کاری کی آڑ میں مرد اپنے دیرینہ جھگڑے نمٹانے، زمین کے حصول، قرض ادا کرنے کے لئے رقم کے حصول، قرض واپس کرنے کی ذمہ داری سے گلو خلاصی کرانے، دوسری بیوی کے حصول، کسی ناپسندیدہ عورت سے چھٹکارہ پانے اور اسی طرح کے اور بہت سے مقاصد کے لئے بے گناہ عورتوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بہت پرانا ہے تاہم اپنی موجودہ شکل میں اس نے عورت کے قابل استعمال، قابل فروخت اور قابل تبادلہ چیز کی حیثیت سے ایک نیا رخ دیا ہے ایک مردہ عورت اپنے خاندان کیلئے نقدی یا ایک اور عورت کی صورت میں اچھا خاصا مال غنیمت حاصل کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ بس اس کیلئے زناکاری کے الزام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بعد عورت قتل کر دی جاتی ہے اور کارو قرار دیئے گئے مرد کو اپنی جان بچانے کیلئے ادائیگی کرنا ہی پڑتی ہے۔ اس کے دلیل کے طور پر غوث پور میں آباد لولائی قبیلہ کے ایک شخص کی مثال ملاحظہ ہو، جس نے اناسی (79) سالہ بوڑھی عورت کو قتل کر دیا اور ایک ایسے شخص پر اس کے شریک جرم ہونے کا الزام لگایا جس سے اس نے ۷۵ ہزار روپے بطور قرض لئے ہوئے تھے۔ لہذا ایک عورت مر گئی اور قرض کا معاملہ حل ہو گیا۔ غیرت کے نام پر کیے گئے قتل اس قسم کی سیدھی سادھی سودے بازی کے علاوہ جائیداد یا زمین کے جھگڑے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عداوتوں اور حملوں کے باعث ہونے والے ہر قسم کے قتل کیلئے بھی بہترین آڑ کا کام دیتی ہے۔ اگر کوئی شخص زمین کے جھگڑے کے دوران کسی قبائلی کو قتل کرتا ہے تو اسے مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی کسی بوڑھی چچی، خالہ یا پھوپھی وغیرہ پر مقتول شخص کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کا الزام عائد کر کے فوراً اسے قتل کر دے اور اس کاروائی کو اس جرم کی سزا دینے کے عمل میں تبدیل کر لے۔[5]

بعض اوقات مختلف رنجشوں کی بناء پر پیدا ہونے والے عداوتوں کا بدلہ لینے کیلئے عورتوں کو قتل کیا جاتا ہے جس کے دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل بیان ملاحظہ ہو کہ: "کیٹل فارم گوٹھ پیارا خان جمالی (اوستہ محمد) میں بھائی نے بہن کو سیاہ کاری میں قتل کر دیا۔ کیٹل فارم میں عبد الحق جمالی نے سیاہ کاری کے الزام میں اپنی بہن مسماۃ (م) کو عبد الرحمان نامی شخص کے ساتھ الزام دیکر شارٹ گن سے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ جبکہ اس کا مبینہ آشنا عبد الرحمان فرار ہو گیا"۔[6]

جبکہ اس واقعہ کے صرف ایک دن بعد مبینہ آشنا عبد الرحمان نے اپنی بیوی کو کاری قرار دے کر قتل کر دیا۔ اس کے حوالے سے درج بیان ملاحظہ ہو: "اوستہ محمد میں ایک شخص عبد الرحمان نے اپنی بیوی مسماۃ ماہ گل پر کارو کاری کا الزام لگاتے ہوئے اندھا دھند فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا اور موقع واردات سے فرار ہو گیا"۔[7]

مذکورہ بالا دونوں بیانات کر اس الزامات کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ عبد الحق نے عبد الرحمان کو اپنی بہن کے ساتھ متہم کر کے اسے قتل کر دیا، جبکہ عبد الرحمان نے اس قتل سے نو پید ادشمنی کا خاتمہ کرنے اور تقریباً تاوان کی ادائیگی سے گلو خلاصی کرنے کی خاطر اپنی بیوی پر کارو کاری کا الزام لگا کر اسے قتل کر دیا۔ یوں دو عورتوں کی زندگی کا چراغ بجھ گیا۔

آج کے دور میں عورتوں کی جو بڑھتی ہوئی تعداد قتل ہو رہی ہے ان سے صاف عیاں ہے کہ ان کیلئے غیرت کے نام پر قتل کو استعمال کیا جارہا ہے، جبکہ اپنی خالص شکل میں چاہے ایسے قتل کا مقصد صرف زنا کے مرتکب فریقین کو نیست و نابود کرنا اور قبائلی آبرو کی تلافی کرنا ہی کیوں نہ ہو، اپنی بدلی ہوئی شکل میں اس کا اطلاق بہت وسیع ہو گیا ہے اور یہ متعدد قسم کے مقاصد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً سیاہ کاری کے ایک کیس میں ایک شخص نے دوسرے کو سرے عام گولی مار کر ہلاک کر دیا جس کی وجہ تاوان کے رقم میں تاخیر کی وجہ بتائی جاتی ہے تفصیل کیلئے ذیل کا بیان ملاحظہ ہو "اوستہ محمد بس اسٹینڈ پر ایک شخص ولی محمد کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ مقتول نے اپنے نزاعی بیان میں پولیس کو بتایا کہ غلام قادر ولد علی حسن نے اس پر اپنی بہن سے ناجائز تعلقات کے شبہ میں سیاہ کاری کا الزام لگایا تھا اور قبائلی طور پر اس کا فیصلہ بھی ہو چکا تھا اور تاوان کے طور پر اپنی کمسن بیٹی کا رشتہ ملزم پارٹی سے طے کر دیا تھا تاہم جرمانے کی رقم کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب غلام قادر نے گولی مار دی۔ مقتول کو علاج کی غرض سے لاڑکانہ لے جا رہا تھا کہ راستے میں جان بحق ہو گیا پولیس نے قاتل کو آلہ قتل سمیت گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا"۔[8]

مذکورہ واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ متاثرہ پارٹی کو اپنی تشفی کرنے کیلئے فی الفور رقم درکار تھی جو تاخیر کے سبب اس نے سابقہ زخم کو تازہ کرتے ہوئے کارو (ولی محمد) کی جان لے لی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ کاری کے مذکورہ واقعے میں بات رقم کی تھی اگر عزت کی بات ہوتی تو غلام قادر اسی وقت ولی محمد سے بدلہ لے لیتے اور تاوان طلب ہی نہ کرتے۔

پرانی ذاتی رنجش کا بدلہ لینے کیلئے ایک شخص نے اپنی بہن کو کاری قرار دے کر نامزد آشنا سمیت قتل کر دیا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: "کوئٹہ کے علاقے سریاب کلی گوہر آباد میں شیر محمد نامی شخص نے اپنی ۶۰ سالہ بیوہ بہن مسماۃ فیض بی بی کو سیاہ کاری کے شبہ میں گولیوں سے بھون ڈالنے کے بعد چھری سے ذبح کر دیا جبکہ اس کے بعد گلی سے گزرنے والے ایک نوجوان مصور بیگ کو بھی گولی مارنے کے بعد ذبح کر دیا اور قاتل واردات کے بعد فرار ہو گیا۔ مقتول نوجوان کے چچازاد بھائی نے بتایا کہ ملزم کی مقتول کے ساتھ ذاتی رنجش تھی جس نے اپنی ۶۰ سالہ بہن پر سیاہ کاری کا الزام لگا کر دونوں کو قتل کر دیا"۔[9]

لہٰذا اس مسئلے میں کوئی بھی ذی شعور انسان یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایک ۶۰ سالہ خاتون کسی نوجوان سے اس قسم کے مراسم استوار رکھے۔ کیونکہ یہ عمر جنسی خواہش کی ہوتی نہیں۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعی ذاتی رنجش کا معاملہ ہے۔

غیرت کے نام پر جو قتل ہوتے ہیں ان میں اگر صرف کاری (یعنی عورت) قتل ہو جائے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے تو کارو (مرد) کیلئے متاثرہ مرد کو اسکی غیرت کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی کیلئے تاوان ادا کرنی پڑتی ہے، یہ تاوان قتل ہونے والی عورت کی قیمت اور اپنی جان بچانے کی خاطر ادا کیا جاتا ہے۔ یہ نظام پیسے وصولنے، تاوان میں عورت حاصل کرنے، یا دوسرے جرائم کی پردہ پوشی کیلئے کئی مواقع مہیا کرتا ہے۔ ایسے مردوں کے بارے میں بھی اطلاعات ملی ہیں جو غیرت کے مسئلے کی بجائے دیگر تنازعات کے باعث دوسرے مردوں کو قتل کر دیتے ہیں اور اس کے بعد اپنے ہی خاندان کی کسی عورت کو کاری قرار دے کر ہلاک کرتے ہیں تاکہ پہلے قتل کو غیرت کے قتل کا نام دیا جا سکے۔ ایسے واقعات بھی منظر عام پر آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تاوان کا لالچ بھی بعض معاملات

میں سچ کو مسخ کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس امر کے باعث کہ ناجائز تعلقات کا الزام لگا کر تاوان میں عورتیں حاصل کی جا سکتی ہیں، غیرت کے نظام میں مزید خرابیاں پیدا کر دی ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی مرد سے شادی کرنے سے انکار کر دے تو وہ اس عورت کے خاندان کے کسی مرد کو کارو قرار دے کر اسے قتل نہ کرنے کے عوض اس عورت کا مطالبہ کر سکتا ہے، بعض اوقات وہ اپنے الزام کو وزن دینے کیلئے اپنی خاندان کی کسی عورت کو کاری قرار دے کر قتل بھی کر دیتا ہے۔[10]

سیاہ کاری یا عزت و غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے اسی فیصد واقعات میں کہیں پرانی دشمنی، کہیں زمین کا چکر تو کہیں محض مالی فائدے کیلئے خود اپنی بیوی، بیٹی، بہو یا بہن کو الزام دے کر یا دوسرے لفظوں میں کاری قرار دے کر کے مار دیا جاتا ہے۔ اکثر صورتوں میں تو کسی دوسرے کو مارنا یا نیچا دکھانا مقصود ہوتا ہے یا اپنی جان کی حفاظت اور قتل کے الزام سے بچنے کیلئے بیچاری عورت بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔[11]

اس سلسلے میں پروفیسر ثریا بتول لکھتی ہیں کہ:

> "عورتوں کے قتل کے جتنے واقعات ریکارڈ ہوتے ہیں ضروری نہیں وہ غیرت کے نام پر ہی ہوں بلکہ کوئی خاندانی دشمنی، جائیداد کی تقسیم، میاں بیوی کی کشیدگی یا کوئی اور بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ مگر این جی اوز عورتوں کے ہر قسم کے قتل کو غیرت قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں۔ پھر معاشرے میں مردوں کے قتل کے بھی بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں، عورتوں کے قتل کے واقعات مردوں کے نصف سے بھی کم ہوتے ہیں۔ مقتول مردوں کی اچھی خاصی تعداد تو وہ ہوتی ہے جنہیں عورتوں کو چھیڑنے سے منع کرنے پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قبائلی علاقوں میں غیرت کے نام پر قتل کا زیادہ تر شکار مرد ہوتے ہیں۔ عورت کی عصمت دری کے بہت سے واقعات ایسے ہوتے ہیں جہاں عورتیں جبر کا شکار ہوتی ہیں"[12]

سیاہ کاری کے متعلق سابقہ رسوم ورواج:

ہندوستان میں برطانوی نو آباد کاروں کے شائع کردہ گزیٹیر سے پتہ چلتا ہے کہ سلطنت کے مغربی علاقوں میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم اس تفصیلی ضابطہ غیرت کا ایک لازمی جزو تھی جس نے قبائلی سماجی تعلقات کو باقاعدہ بنایا تھا۔ بلوچوں میں زناکاری یا سیاہ کاری کی انتہائی سخت سزا تھی۔ سیاہ کاری کا فیصلہ کسی عورت کیلئے موت کا پروانہ ہوتا تھا۔ بلوچ قانون کے مطابق زنا میں ملوث عورت خود کو پھانسی دے دیتی ہے جبکہ انگریزی قانون کے تحت قتل سے وابستہ سزا بھی پکڑے جانے کی صورت میں زانی عورت کے رشتہ داروں کے ہاتھوں اسے موت سے ہمکنار ہونے سے نہیں بچا سکتی تھی۔ تاہم بلوچوں میں غیرت کے نام پر قتل کی رسم کو باقاعدہ بنانے والے قبائلی قانون میں چند واضح قواعد تھے۔ ایک میں سزائے موت زیادہ تر ایک شادی شدہ عورت کیلئے مخصوص تھی کیونکہ ایک بے وفا زناکاری جیسے مجرمانہ فعل میں مشغول پائی جاتی تھی۔ دوسرے یہ کہ شکوک و شبہات قتل کیلئے جواز پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ اس کیلئے خان آف قلات کے زیر انتظام علاقوں میں خاص قسم کے شہادتی تقاضے ہوتے۔[13]

ان شہادتی تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد ان کے متعلق فیصلہ کیا جاتا۔ اگر شک یقین میں تبدیل ہوتا تو انہیں مار دیا جاتا اس کیلئے درج ذیل سطور ملاحظہ ہوں کہ: "کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو زناکاری میں ملوث پاتا ہے تو وہ اسے اور اس کے شریک جرم کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ مگر اسے اس حقیقت کی تصدیق کرنے کیلئے دو قابل احترام شہادتیں پیش کرنا ہوتی ہیں ورنہ اس کو قتل کا مقدمہ

سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح اگر وہ اپنی بیوی کی بے وفائی ثابت کرنے کیلئے چار قابل قبول چشم دید گواہ پیش کر سکتا ہو اگرچہ اسے خود اس کا شبہ نہ ہو تو اسے اپنی عورت اور اس کے آشنا کو پکڑ کر قتل کرنے کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ تب اس صورتحال کی اطلاع خان کو دی جاتی ہے جو وہاں کے مولوی حضرات کی معاونت میں اس کا جائزہ لیتا ہے۔ لہذا اگر جرم سچ ثابت ہو تو اس معاملے کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور اگر شہادت کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو ایسے شخص کو جس نے اپنی فرضی بدسلوکی کا انتقام لیا ہو، قتل کے سلسلے میں انتہائی کڑی سزا کا مستحق خیال کیا جاتا ہے اور گواہان کو مجرم کے خاندان کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے تاوقتیکہ وہ اپنے دعوؤں کو درست ثابت کریں۔ یہ مفید قانون انتقام اور جھوٹے الزام دونوں سے روکتا ہے"۔[14]

ایک غیر شادی شدہ عورت کے ناجائز جنسی تعلقات میں ملوث ہونے کی صورت میں دونوں شریک جرم کے قتل پر اصرار لڑکی کے باپ کا استحقاق سمجھا جاتا تھا۔ تاہم اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ لڑکی حاملہ ہو گئی ہے تو محبت میں گرفتار جوڑے کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بجائے، ان کی آپس میں شادی کر دینا ہی بہتر سمجھا جاتا تھا۔ غالباً ایک معصوم بچے کی جان بچانے کی خاطر ایسا کیا جاتا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد کیا جا سکتا ہے کہ نہ تو تمام غیر شادی شدہ عورتیں کنواری ہوتی تھیں اور نہ ہی ان سب کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا اور نہ ہی ناجائز تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ لازما دائمی نفرت کا شکار ہوتا تھا۔[15]

پوٹینگر نے بلوچستان اور سندھ میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کے رسوماتی تشدد کا مشاہدہ کیا وہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ:
"بلوچستان اور سندھ کے علاقوں میں اگر کسی شخص کو اپنی بیوی کے کسی اور شخص کے ساتھ تعلقات کا پتہ چلتا ہے تو وہ جرگہ بلواتا ہے۔ مجرم جوڑے کو عروسی پوشاک پہنائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ عورت کو روایتی دلہنوں کی طرح ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگائی جاتی ہے اس کے بعد انہیں بارات کی شکل میں جرگہ کے روبرو لایا جاتا ہے اور قبائلیوں کے ہاتھوں پتھر مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ مرد اپنی بیوی پر زناکاری کا الزام لگائے تو اسے یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ شادی کے وقت اس کی بیوی کنواری نہیں تھی۔ اگر وہ یہ ثابت کر دے تو وہ اسے طلاق دے کر اسے عروسی جوڑا پہناتا ہے اور اس کے بعد سنگسار کر دیتا ہے۔ یہ دستور زیادہ عام نہیں ہے کیونکہ کسی عورت کے گزشتہ کنوارپن کو ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے"۔[16]

سیاہ کاری کے متعلق دور حاضر میں مروجہ رسم ورواج:

موجودہ دور میں بلوچستان کے ضلع جھل مگسی، نصیر آباد، جعفر آباد اور بولان کے علاوہ صوبے کے دیگر اضلاع میں سیاہ کاری کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اگر پھر بھی اس قسم کا کوئی واقعہ ہو بھی جاتا ہے تو وہ شاذ و نادر ہی ہے۔ اگر سیاہ کاری کا کیس رونما ہو تو دونوں شریک جرم کا موت کے سوا کوئی علاج نہیں کیونکہ اسے اپنی غیرت پر داغ اور قبائلی روایات کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ اکثر قبائل میں ایک فرسودہ رسم ابھی تک رواج پذیر ہے جس کے تحت شادی کے بعد دولہا اور دلہن کی پہلی ملاقات یعنی سہاگ رات کو شوہر بیوی کے بکارت کا جائزہ لیتا ہے۔ اگر بیوی کا پردہ بکارت پہلے سے چاک ہوا تھا تو اسے یا تو طلاق دے دیتا ہے اور اس کے بدلے شرمانہ وصول کرتا ہے یا اسے قتل کر دیتا ہے۔ اسی رسم کے تحت اپریل 2004ء میں ایک دلہن قتل ہوئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے "کوئٹہ میں سریاب کے علاقے کلی جیو میں ہفتہ (3 اپریل 2004ء) کو شوہر نے نئی نویلی دلہن کو گلہ میں پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا۔ پولیس کے مطابق نوجوان غلام حیدر کی ایک روز قبل شادی ہوئی تھی اس نے سہاگ رات کو مبینہ طور پر بد چلنی کے شبہ میں اس کے (بیوی کے) گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا"۔[17]

ایک تعلیم یافتہ اور جدید معاشرے میں پھلے ہوئے شخص کے ذریعے اس قسم کے جرم کا ارتکاب ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ماضی کے فرسودہ قبائلی روایات اپنی حقیقی حیثیت کھو دینے کے باوجود کسی نہ کسی طریقے سے تا حال باقی ہیں۔

پشتون قبائل میں رنگے ہاتھوں پکڑی گئی عورت اور آشنا کی سزا اب بھی موت ہے لیکن اس طرح کا کوئی کیس سالہا سال سے رونما نہیں ہوا ہے اور رونما ہوا بھی ہو تو اس کے متعلق کسی کو علم نہیں۔ اگر ملزمان بچ نکلیں تو پھر بھی انہیں ڈھونڈ نکال کر اول تو انہیں قتل کر دیا جاتا ہے یا اگر عورت شادی شدہ ہو تو اسے طلاق دی جاتی ہے اور شوہر اس کے بدلے دگنی رقم اور ایک لڑکی وصول کرتا ہے، عورت کے والدین بھی شریک جرم سیاہ کار سے اپنا جرمانہ لے لیتے ہیں۔ زانی اور زانیہ کی شادی کرادی جاتی ہے۔ بسا اوقات اگر اس طرح کا کوئی کیس رونما ہوا تو ان دونوں کو ضلع بدر یا صوبہ بدر بھی کر دیا جاتا ہے۔

بہر حال عمومی طور پر بلوچستان میں سیاہ کاری کے واقعات اول الذکر اضلاع کے علاوہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کے علاوہ بلوچستان کی سرحد کے ساتھ سندھ کے اضلاع لاڑکانہ، جیکب آباد، شکار پور، سکھر، دادو اور بدین میں سیاہ کاری کے واقعات معمول کی بات ہے۔ سندھ کے جاگیر دارانہ سماجی نظام میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم ان متعدد سندھی قبائل کا ایک لازمی جزو بن گئی ہے جو اپنا نسبی تعلق بلوچ قبائل کے ساتھ بتاتے ہیں۔

آج کل غیرت کے نام پر قتل کے دستور میں ان قواعد کی عمل داری ہوتی نظر نہیں آتی ہے جو ماضی میں بلوچوں کے قبائلی ضابطہ کا حصہ تھے۔ کسی عورت کے متعلق زناکاری کا محض شبہ، افواہ اور سنی سنائی بات ہی اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے کافی ہے۔ یہ قتل صرف شادی شدہ عورت کیلئے مخصوص نہیں، اس کی زد میں سب ہی عورتیں آجاتی ہیں۔ جرم ثابت کرنے کیلئے کسی واضح شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی، عینی شاہد اور گواہوں کے ذریعے ثبوت پیش نہیں کیا جاتا اور عورت کو کبھی بھی اپنا دفاع کرنے کیلئے نہیں پوچھا جاتا اور نہ ہی اس کی اجازت دی جاتی ہے۔[18]

سیاہ کاری کے مروجہ رسم و رواج کے متعلق مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے تاثرات:

ابتدائی طور پر یہ بات ملحوظ نظر رکھنی چاہیے کہ ایک دستور اور رسم کی حیثیت سے سیاہ کاری کے نام پر قتل کے دوام، یا غیر شرعی و غیر قانونی فیصلے کرنے میں مقامی وڈیروں یا سرداروں کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ زیادہ تر سردار اپنی روایات کے ایک اہم جزو کے طور پر اس رسم کی حمایت کرتے ہیں۔

سیاہ کاری کے مروجہ رسم و رواج کے متعلق پاکستان کی قومی اسمبلی کے سابق رکن اور سابق وزیر دفاع میر ہزار خان بجارانی کہتے ہیں کہ: "یہ ایک قدیم قبائلی رسم ہے جسے لوگ بعض اوقات اپنے مفاد کیلئے غلط طور پر استعمال کرتے ہیں، مگر اصل کارو اور کاری کو ہر گز معاف نہیں کرنا چاہیے۔ جرم ثابت ہونے پر دونوں کو ختم کر دینا چاہئے۔ یہ ایک صدیوں پرانی روایت ہے، لہٰذا اسے بیک جنبش قلم ختم نہیں کیا جاسکتا ہے"۔[19]

بلوچستان کے بزرگ سیاستدان مرحوم نواب محمد اکبر خان بگٹی نے سیاہ کاری کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا:

> "سیاہ کاری کو صرف عورتوں کے خلاف تصور کرنا غیر حقیقی ہے۔ جو مستورات غیر مردوں کے ساتھ ناجائز تعلقات کے عمل میں ملوث پائی جائیں تو دونوں سیاہ کاری کے زمرے میں آجاتے ہیں، غیرت مند معاشرے میں دونوں کو واجب القتل قرار دیا جاتا ہے۔ جن علاقوں میں اور جہاں عزت، غیرت، ننگ و ناموس خاص کر مستورات کی عزت

اور ننگ کا سوال ہے، سیاہ کاری (کاروکاری) اس سے منسلک ہے اکثر و بیشتر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عورتوں کے خلاف ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اور جو غیر مرد مستورات کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں وہ سیاہ کاری کے زمرے میں آتے ہیں اور معاشرہ میں دونوں ایک ہی جیسے واجب القتل ہوتے ہیں۔ بلوچستان میں سیاہ کاری سیلیکٹیو نہیں ہے عاشق اور معشوق دونوں کو مارا جاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد کو مروا دیا جاتا ہے عورت بچ جاتی ہے اور کبھی عورت کو مار دیا جاتا ہے، مرد بچ نکلنے میں کامیاب ہوتا ہے اور کبھی دونوں بھاگ جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر معاشرہ جان بوجھ کر صرف عورت کو نشانہ نہیں بناتا اور جہاں ننگ و ناموس جیسی چیزوں کا تصور معدوم ہو تو ان معاشروں میں سیاہ کاری کو عجیب اور ظلم تصور کیا جاتا ہے"[20]

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمن اس حوالے سے کہتے ہیں:

"غیرت اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن جو اقدام ہو گا، جو کاروائی ہو گی، وہ قانون اور ضابطے کے تحت ہو گی، وہ ضابطہ اور قانون نظام سے ہے لیکن بد قسمتی سے حکمران ہی نظام اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ درحقیقت اس وقت غیرت کے نام پر قتل ہماری معاشرتی کمزوری بنی ہوئی ہے، لوگ اس قسم کے قتل کو اسلام کے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ غیرت فطرت انسانی میں شامل ہے، لیکن قانون کے مطابق اس کا استعمال کب ہو گا، یہ تب ہو گا جب اسلامی قوانین نافذ ہوں گے۔ ایک دفعہ جب اسلامی قانون نافذ ہو جائے گا تو پھر معاشرے میں لوگ غیرت کے غلط استعمال سے رک جائیں گے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ فرد ہمیشہ کیلئے سزائیں سنانے کا مجاز نہیں ہوتا ہے، سزا قانون سناتا ہے، لیکن اسلامی نظام کا نفاذ نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ غیرت کا استعمال ہمیشہ کیلئے غلط ہوتا رہے گا، اور انسانی معاشرہ ہمیشہ ہمیشہ لاقانونیت کی فضاء میں بھٹکتا رہے گا۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں غیرت کے نام پر نہیں، بلکہ زانی اور زانیہ کو سزائیں دی گئی ہیں اور یہ بات ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی کہ یہ سزائیں فرد کی طرف سے لگائی گئی ہوں۔ اسلام میں حد زنا کیلئے چار عینی گواہوں کی شرط ضروری ہے، لیکن گزشتہ چودہ سو سال میں زنا کے مجرم کو بغیر اپنے اقرار کے سزا نہیں ملی ہے، ملزم نے اگر خود اقرار کیا ہو گا اور اسے سزا ملی ہو گی۔ لیکن چار گواہوں کی طرف سے ابھی تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا ہے"[21]

سابق چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چوہدری اس حوالے سے کہتے ہیں:

"پاکستان کی عدلیہ نے ہمیشہ کاروکاری کے ملزمان کو قاتل قرار دیا ہے اور انہیں کسی سطح پر رعایت نہیں دی گئی ہے۔ عدالتوں کے ہوتے ہوئے کسی شخص کو جج بننے کا اختیار نہیں۔ غیرت کے نام پر قتل صرف پاکستان میں نہیں بلکہ برطانیہ اور امریکہ سمیت پوری دنیا میں ہو رہے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں غیرت کے نام پر قتل کیا جا رہا ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں اسے گھریلو تشدد قرار دے دیا جاتا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل نری بے غیرتی ہے۔ اس روش کو ختم کرنے کے لئے پاکستان کا ہر شہری اپنا کردار ادا کرے"[22]

نیشنل پارٹی کی رہنما اور رکن بلوچستان صوبائی اسمبلی ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ کہتی ہیں:

"غیرت کے نام پر خواتین کا قتل بنیادی طور پر ایک وحشیانہ عمل ہے انہوں نے کہا کہ غیرت کے نام پر خواتین کا قتل بنیادی طور پر جہالت ہے اور اس کا فلسفہ نہ اسلام میں موجود ہے اور نہ ہی کوئی مغربی معاشرہ اس کی اجازت دیتا ہے۔ بلوچستان کے ان علاقوں میں جن کی سرحدیں سندھ سے ملتی ہیں وہاں جائیداد پر قبضے اور انفرادی دشمنی کو دوام بخشنے کی خاطر وہاں کے لوگ بھائی، والد اور قریبی عزیز کے روپ میں خواتین کو قتل کر کے جائیداد پر اپنے قبضہ کو مضبوط کرتے ہیں۔ غیرت کے نام پر قتل کی وارداتوں کو روکنے کیلئے ایک عملی جہاد کی ضرورت ہے اور اس جہاد کیلئے سب سے پہلے تعلیمی شعور لانے کی بھی ضرورت ہے۔ علماء کو چاہیے کہ وہ کاروکاری یا غیرت کے نام پر ہونے والے قتل عام کو روکنے کیلئے اپنا کردار ادا کریں"[23]

ممتاز دانشور ڈاکٹر شاہ محمد مری بلوچ کہتے ہیں:

"سیاہ کاری یا کاروکاری کی رسم بلوچ معاشرے میں زیادہ موجود ہے جب تک قبائلی اور جاگیر داری نظام میں عورت کو ملکیت یا جائیداد سمجھنے کا تصور ختم نہیں ہوتا اس وقت تک سیاہ کاری کی رسم کو ختم نہیں کیا جا سکتا"[24]

سیاہ کاری کے مرتکب مرد و عورت کو از خود قتل کرنا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں:

سیاہ کاری یا بالفاظ دیگر زناکاری کا عام مفہوم جس سے ہر شخص واقف ہے یہ ہے کہ: "ایک مرد اور ایک عورت بغیر اس کے کہ ان کے درمیان جائز رشتہ زن و شوہر ہو، باہم مباشرت کا ارتکاب کریں" اس فعل کا اخلاقاً برا ہونا، یا مذہباً گناہ ہونا، یا معاشرتی حیثیت سے معیوب اور قابل اعتراض ہونا ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم ترین زمانے سے آج تک تمام انسانی معاشرے متفق رہے ہیں اور اس میں سوائے ان متفرق لوگوں کے جنہوں نے اپنی عقل کو اپنی نفس پرستی کے تابع کر دیا ہے، کسی نے آج تک اختلاف نہیں کیا ہے، اس عالمگیر اتفاق رائے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت خود زنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"ولاتقربوا الزنیٰ انه کان فاحشة وساء سبیلا"[25]

"اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے"

قرآن وحدیث میں زنا کو نہ صرف بے حیائی اور بری راہ سے تعبیر کیا گیا ہے بلکہ اس کو حدود میں داخل کر کے کڑی سزائیں مقرر کی گئیں ہیں۔ شریعت ہمیں حکم دیتی ہے کہ اگر کسی کو زنا کرتے دیکھا جائے تو معاشرے میں بے ہودہ چرچے کرنے کی بجائے گواہ کو لیکر معاملہ حکام کے پاس لے جائیں اور عدالت میں مجرموں کا جرم ثابت کر کے اسے سزا دلوا دیں، یوں نہ ہونا چاہیے جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرے میں بلا ثبوت و گواہی کے صرف سیاہ کاری کا الزام عائد کر کے مرد و عورت کو از خود قتل کیا جاتا ہے اور اس طرز عمل کو رسوم و رواج کا حصہ قرار دینے کی دلیل دی جاتی ہے۔ اس طرز عمل کو اپناتے ہوئے ملوث افراد نہ صرف اسلامی حدود کو پار کر دیتے ہیں بلکہ انسانی حقوق کی پامالی بھی کر لیتے ہیں۔ اسلامی قانون حکومت کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ زانی اور زانیہ کے خلاف کاروائی کرے اور عدالت کے سوا کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اس پر سزا دے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اس کے حوالے سے یوں مرقوم ہے کہ:

"سئل الهندوانی رحمة الله تعالیٰ عن رجل وجد مع امراته رجلا ایحل له قتله قال ان کان یعلم انه ینزجر عن الزناء بالصیاح والضرب بما دون السلاح لا یحل وان علم انه لا ینزجر الا بالقتل حل له القتل وان طاوعته المراة حل له قتلها ایضا"[26]

"شیخ ابو جعفر ھندوانیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے (یعنی اجنبی غیر محرم) کو دیکھا پس اس کا قتل کر دینا اس کو روا ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہو کہ یہ چیخنے یا ہتھیار کے سوا دوسری چیز سے مارنے سے زنا سے منزجر ہو گا اور باز رہے گا تو اس کا قتل کرنا حلال نہیں ہے اور اگر جانتا ہو کہ سوائے قتل کے وہ منزجر نہ ہو گا تو اس کو اس کا قتل کر دینا حلال ہے اور اگر اس کی بیوی نے اس کی مطاوعت کی ہو تو بیوی کا قتل کر دینا بھی روا ہے"

فتاوی دارالعلوم دیوبند یعنی امداد المفتین میں اس کے متعلق یوں بتایا گیا ہے کہ:

"اگر کدام کس زن خود را بہمراہ کسے در حالت مباشرت زنا دید یا متلوث بدواعی زنا دید، یا در خلوت خاصہ دید، پس آں شخص را حلال است کہ آن زن را یا ہر دو را قتل کند، وضمان نمی شود بشرطیکہ این مباشرت ومافی حکمہا را بہ بینہ عادلہ ثابت کند"[27]

"اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی کے ساتھ حالت مباشرت زنا میں دیکھا یا زنا کے دعوت میں ملوث دیکھا یا کسی خاص تنہائی میں دیکھا تو اس شخص کیلئے اس عورت یا مرد و عورت دونوں کو قتل کرنا جائز ہے اور اس شخص پر ضمان بھی نہیں ہو گا بشرطیکہ اس مباشرت اور ومافی حکمہا کو بینہ عادلہ کے ذریعے ثابت کر دے"

خانیہ میں اس کے متعلق یوں حکم دیا گیا ہے کہ:

"رجل آخر او ھو محصن فصاح بہ فلم یھرب و لم یمتنع عن الزناء حل لھذا الرجل قتلہ فان قتلہ لا قصاص علیہ"[28]

"اگر کسی شخص نے دوسرے شخص محصن کو اپنی بیوی یا کسی دوسرے شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا اور اس پر آواز (چیخ) لگائی لیکن وہ ڈرا نہیں، اور زنا کرنے سے منع نہ ہوا، تو اس شخص کے لئے اس (زانی) شخص کا قتل جائز ہے، پھر اگر اس نے قتل کیا تو اس پر قصاص بھی نہیں"

فتاوی ھندیہ میں ذکر ہے کہ:

"لکل مسلم اقامۃ التعزیر حال مباشرۃ المعصیۃ اما بعد المباشرۃ فلیس ذالک لغیر الحاکم"[29]

"بحالت مباشرت گناہ (زنا) کے ہر مسلمان تعزیر قائم کر سکتا ہے جبکہ بعد مباشرت کے اس طرح نہیں (یعنی مباشرت کے بعد کوئی شخص از خود تعزیر قائم نہیں کر سکتا) بغیر حاکم کے (یعنی تب صرف حاکم ہی تعزیر دے سکتا ہے)"

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں اس حوالے سے تفصیل حسب ذیل ہے:

"وکثیرا ما نریٰ الناس یقتل بعضھم بعضا من جزاء الزنا، ولذالک نجد القوانین فی کل الشرائع قد رفعت القصاص عن قاتل الزانی بامرئتہ لانھا تریٰ ان ھذہ الخیانۃ تستوجب قتل مرتکبھا۔ اختلف العلماء فی حکم من وجد مع امرئتہ رجلا وتحقق وجود الفاحشہ منھما فقتلہ، ھل یقتل ام لا؟ الجمھور قالوا، لا یصحان یقدم الرجل علیٰ قتل رجل وجدہ عند زوجتہ وتحقق من ارتکابہ الفاحشہ لما روی البخاری عن ابی ھریرہؓ" ان سعد ابن عبادہؓ قال یا رسول وجدت مع امراتی رجلا امھلہ حتیٰ آتی باربعۃ شھداء؟ فقال رسول اللہ ﷺ نعم فان قتلہ یقتص منہ، الا ان یاتی ببینۃ علیٰ ارتکاب جریمۃ الزناء وھو محصنا و یعترف المقتول بذالک۔ اما اذا قتلھما، او احدھما و لم یستطع ان یاتی بالبینہ واحضار الشھداء علی الزناء، او الاعتراف۔ فانہ یطالب بالقود، والقصاص، او لدیۃ، لانہ یجوز

لرجل ان یدعو رجلا آخر لدخول بیتہ لعمل شئی ثم یقتل لضعن فی نفسہ ویقول وجدت مع امراتہ کذبا۔ویجوز ان یقتل الرجل زوجتہ لیتخلص منھا لشئی فی نفسہ ثم یدعیٰ علیھا زورا، انہ وجد معھا رجلا یزنی بھا، لذالک احتاط الشارع فی ھٰذ الامر حفظا لارواح بانہ یجب علی القاتل اقامۃ البینۃ علیٰ دعواہ، فان استطاع اقامۃ البینۃ فلا شئی علیہ۔وذھب بعض السلف الیٰ انہ لا یقتل اصلا، ویعزر فی ما فعلہ، اذا ظھرت امارات صدقہ، بکشف الطبیب الصادق علیھما، او وجود شبھات سابقۃ علیٰ سوءسلوک الزوجۃ، او اشتھار المقتول بالزناءاو غیر ذالک''[30]

''بہت سے لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض دوسروں کو زنا کیوجہ سے قتل کرتے ہیں۔اسی وجہ سے تمام شرائع میں (اس حوالے سے) قوانین ملتے ہیں کہ اپنی بیوی سے زنا کرنے والے کو قتل کرنے سے قاتل سے قصاص اٹھایا گیا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ خیانت (یعنی زنا) ان کے مرتکبین کا قتل واجب کر دیتا ہے۔علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کوئی شخص پایا اور ان دونوں سے فحاشی کے وجود کا تحقق ہوا اور اسے قتل کر دیا، کیا وہ (قاتل بدلے میں) قتل کیا جاتا ہے کہ نہیں؟ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں کسی شخص کا اقدام کرنا اس آدمی کے قتل کرنے پر جسے اس نے اپنی بیوی کے ساتھ (زنا کرتے ہوئے) پایا ہو، اور ان سے فحش (زنا کا) ارتکاب بھی متحقق ہوا ہو۔جیسے امام بخاری نے حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت کی ہے کہ'' سعد ابن عبادہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھوں میں چار گواہ لانے تک انہیں مہلت دوں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں'' اگر اس نے اسے قتل کیا تو اسے قصاص کیا جائے گا، مگر یہ کہ وہ ان کے زنا کے جرم میں مرتکب ہونے پر بینہ (گواہ) لے آئے، اور وہ محصن ہو یا مقتول (موت سے قبل) خود اس کا اعتراف کرے۔اگر ان دونوں یا ان میں سے ایک کو قتل کیا اور حال یہ کہ وہ زنا پر گواہ لانے پر قادر نہ ہوا، یا اس نے اعتراف نہ کیا، ان سے قصاص یا دیت کا مطالبہ کیا جائے گا۔کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو اپنے گھر میں کسی کام کیلئے بلائے پھر اسے قتل کرے اور یہ جھوٹ بول کر کہے کہ میں نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا۔اور ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے کسی وجہ سے جان چھڑانے کے لئے اسے قتل کرے پھر اس پر جھوٹا دعویٰ کرے کہ اس نے اس (بیوی) کے ساتھ کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا۔اس لئے شارع نے اس امر میں جانوں کی حفاظت کیلئے احتیاط کیا ہے، کہ قاتل پر اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے بینہ (گواہ) پیش کرنا لازم ہے، پس اگر وہ گواہ قائم کرنے پر قادر ہوا تو اس پر کوئی چیز نہیں۔ بعض اسلاف اس طرف گئے ہیں کہ وہ (قاتل) بالکل قتل نہیں کیا جاتا، وہ اپنے کئے ہوئے پر اس وقت معذور سمجھا جائے گا۔جب اس کے صداقت کی نشانیاں سچے ڈاکٹر کی تفتیش کرنے سے ان کے خلاف ظاہر ہوں، یا بیوی کے سابقہ غلط چلن کے شبہات موجود ہوں یا مقتول زنا میں شہرت رکھتا ہو وغیرہ''

حکم اخروی کے متعلق فتاوی دارلعلوم دیوبند میں مولانا عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں کہ:

'' اگر زید نے اپنی اخت کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا یا اخت نے خود زید سے کہا کہ میں نے زنا کیا ہے اور زید نے اپنی اخت کو جان سے مار دیا۔یا زید کو کسی طریقے سے یقین ہو گیا کہ میری فلانی محرمہ نے زنا کیا ہے اور زید نے اس کو کسی طریقے سے جان سے مار دیا تو زید پر اس صورت میں مواخذہ اخروی ہو گا:

"قال اللہ تعالیٰ لو لا جاؤ اعلیہ باربعۃ شھداء و اذلم یاتو ابالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون"[31]

نیل الاوطار میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ:

"جو شخص بیوی کی بدکاری دیکھے اور لعان کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے قتل کا مرتکب ہو جائے اس کے بارے میں اختلاف ہے"

"وقیل بل یقتل بہ لانہ لیس لہ ان یقیم الحد بغیر اذن الامام وقال بعض السلف لا یقتل اصلا ویعذر فیما فعلہ اذا ظھرت امارات صدقہ، وشرط احمد واسحاق ومن تبعھا ان یاتی بشاھدین انہ قتلہ بسبب ذالک، ووافقھم ابن القاسم وابن حبیب من المالکیہ لکن المقتول قد احصن"[32]

"ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے (یعنی قاتل کو قصاصاً) قتل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو بطور خود حد جاری کرنے کا حق نہ تھا، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے فعل پر کوئی مواخذہ ہو گا بشرطیکہ اس کی صداقت ثابت ہو جائے (یعنی یہ کہ فی الواقع اس نے زناہی کے ارتکاب پر یہ فعل یعنی قتل کیا ہے) امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ اسے اس امر کے دو گواہ لانے ہونگے کہ قتل کا سبب یہی تھا۔ مالکیہ میں سے ابن القاسم اور ابن حبیب اس پر مزید شرط یہ لگاتے ہیں کہ زانی جسے قتل کیا گیا وہ شادی شدہ ہو، ورنہ کنوارے زانی کو قتل کرنے پر اس سے قصاص لیا جائے گا"

لہذا جمہور فقہاء کے مسلک کے مطابق یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر کوئی شخص بیوی کی بدکاری دیکھے اور لعان کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اسے قتل کر دے تو اسے یا تو چار گواہ پیش کرنے ہونگے یا اگر مقتول مرنے سے پہلے جرم زنا کا اقرار کرے اور یہ کہ مقتول شادی شدہ ہو، تو ان صورتوں میں یہ قاتل قصاص سے بچ جائے گا ورنہ اس قاتل کو قصاص کیا جائے گا۔

خلاصہ بحث:

یہ ہمارے معاشرے کا تاریک ترین پہلو ہے کہ صرف غیرت کے نام پر یا غیرت کا سہارا لیکر جیتے جاگتے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے اور مارنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ فلاں شخص "کارو" ہے یا فلاں عورت "کاری" ہے۔ حدود کے معاملات میں سزا کا نفاذ کسی فرد کی نہیں بلکہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے، صرف وہی سزا دینے کی مجاز ہے۔ لہذا قتل غیرت دراصل قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے مترادف ہے، جو شریعت کے احکام سے متصادم ہے۔ عدالت کسی بھی معاملے میں قانونی پہلوؤں کو خوب جانچ پرکھ کر اور شہادت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد سزا کا نفاذ کرتی ہے اور عدالت کا قیام ہوتا بھی اسی لئے ہے۔ اگر کوئی شخص بطور خود سزا نافذ کرنے لگے تو عدل، قانون اور شہادت وغیرہ کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ ہاں یہ ایک الگ بحث ہے کہ ہمارے ہاں سیاہ کاری کے حوالے سے مروجہ نظام عدل بھی ناکارہ و نامراد ہو چکا ہے، پہلے تو سیاہ کاری اور خاندانی غیرت کے نام پر ہونے والی قتل و غارت گری میں کوئی گرفتاری نہیں ہوتی اور اگر بالفرض کوئی گرفتار بھی ہو جائے تو اس سلسلے میں انتظامیہ کا رویہ عام طور پر جرم کو نظر انداز کرنے والا ہوتا ہے، اور اس طرح کے قتل کو قتل خطاء کے زمرے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر اس طرح کے قتل کو قتل خطا قرار دیا جائے تو قتل جیسے بھیانک جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ چند ایک معاملات میں تو واقعی جرم موجود ہوتا ہے مگر زیادہ تر قتل بد چلنی کے شبہ میں ہی کر دیئے جاتے ہیں اور کہیں مخالفین کو لقمہ اجل بنانے کے لئے درمیان میں خواہ مخواہ بہن، بیٹی کا من گھڑت قصہ ڈال کر مخالف کو قتل کرنے کے لئے اپنے کسی عزیزہ کو بھی قتل کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ مخالف کو ویسے قتل کرتے تو

اس کی سزا قتل عمد کی ہوتی اور خود قتل کا نشانہ بننا پڑتا، مگر اس طرح وہ قتل، قتل خطا کی صورت اختیار کرلیتا ہے، لہذا انسانی جان کی حرمت کا تقاضا ہے کہ ایسے قتل کو قتل عمد قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ اصل بات یہ ہونی چاہئے کہ ہم اس سلسلے میں شریعت کی پیروی کریں، کیونکہ اسلام انسانی ضمیر کی تربیت کرکے مسلمانوں کو رذائل سے باز رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ مسلمان کو جب یہ سمجھ میں آجائے کہ اس کا جرم اگر حکومت اور لوگوں کی نظر سے پوشیدہ بھی رہا تو اس دنیا میں تو وہ سزا سے بچ جائے گا، مگر اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قہر سے نہ بچ سکے گا۔ انسانی ضمیر جب روز حساب کی صداقت کو مان لے اور یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور ناراضگی تمام دنیاوی سزاؤں سے زیادہ سنگین اور شدید ہے تو انسان اقبال جرم کرکے سنگساری تک دردناک سزا کو اصرار کے ساتھ طلب کرنے لگتا ہے تاکہ آخرت کی سزا اور عذاب الٰہی سے بچ جائے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1]۔ رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو، شرکت گاہ، لاہور، 2001ء، ص 51۔

[2]۔ ایضا، ص 5-

[3]۔ ایضاً، ص 21-

[4]۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 4 اپریل 2004ء-

[5]۔ بحوالہ بالا، رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو، ص 24-

[6]۔ روزنامہ عوام، کوئٹہ 25، اپریل 2004ء-

[7]- روزنامہ پبلک، کوئٹہ، 26 اپریل 2004ء-

[8]۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 9 جون 2005ء-

[9]۔ روزنامہ لشکر، کوئٹہ، 8 اگست 2004ء-

[10]۔ محبت حسین اعوان، اسلام قانون اور مظلوم پاکستانی عورت، مکتبہ البخاری، کراچی، 2002ء، ص 182-

[11]۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ 20 دسمبر 2005ء۔

[12]۔ پروفیسر ثریا بتول، جدید تحریک نسواں اور اسلام، منشورات، لاہور، 2000ء، ص 471-

[13]۔ بحوالہ بالا، رابعہ علی، غیرت کا تاریک، ص 15-

[14]۔ ایضا، ص 16۔

[15]۔ ایضا۔

[16]۔ ایضا، ص 17-

[17]۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 4 اپریل 2004ء-

[18]۔ نیوز لائن، کراچی، جنوری 1993ء، نفیسہ شاہ کا غیرت کے موضوع پر شامل مضمون ملاحظہ کریں-

[19]۔ بحوالہ بالا، رابعہ علی، غیرت کا تاریک، ص 26-

[20]۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 27 جولائی 2004ء-

[21]۔ حافظ مومن خان، خطبات قائد جمعیت، جے یو آئی او گی، سرحد، 2002ء، ص 110-

[22]۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 17 ستمبر 2006ء-

[23]۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 10 مئی 2005ء-

[24]۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ ،14 جولائی 2004ء-

[25]۔ بنی اسرائیل 17: 32-

[26]۔ علامہ شیخ نظام و جماعۃ العلماء، فتاوی عالمگیری (فتاوی ھندیہ)، مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ، کوئٹہ ،1983ء، ج2 ، ص167-

[27]۔ مفتی محمد شفیع، امداد المفتین، دارالاشاعت، کراچی، 1977ء، ج2، ص911-

[28]۔ علامہ شیخ عالم بن العلاء دہلوی، فتاوی تاتارخانیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2005ء، ج3، ص441-

[29]۔ بحوالہ بالا، فتاوی عالمگیری (فتاوی ھندیہ)، ج2، ص167-

[30]۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، احیاء التراث العربی، بیروت، ج5، ص56-

[31]۔ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، فتاوی دار لعلوم دیوبند، دارالاشاعت، کراچی، 1986ء، ج12، ص197-

[32]۔ محمد بن علی ابن احمد الشوکانی، نیل الاوطار، دار الجیل، بیروت لبنان، ج7، ص63-